سوال

(550) زکواۃ کا روپیہ اسلامیہ سکول کو دے سکتے ہیں؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زکواۃ کا روپیہ اسلامیہ سکول کو دے سکتے ہیں۔ اور اسلامی سکول کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زکواۃ کے مصارف قرآن مجید میں آٹھ مذکور ہیں جن میں ایک فی سبیل اللہ بھی ہے۔ جمہور علماء اس لفظ کا معنی جہاد کرتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر نیک کام فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ آجکل ہندوستان میں جہاد جاری نہیں ہے۔ جمہور کے قول کے مطابق مصارف ذکواۃ اس ملک میں سات رہ جاتے ہیں۔ دوسرے مذہب کے مطابق آٹھ بحال ہیں۔ پس دوسرے قول کے مطابق مزکورہ مصارف کے علاوہ زکواۃ ہر نیک کام میں لگ سکتی ہے۔

تنقید از مولانا عبد الرحمن صاحب مصنف تحفۃ الاحوذیؒ

مال زکواۃ سے مدرسین کو تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں مال زکواۃ سے غریب طلبہ کو دینا جائز ہے۔ اس واسطے کے اللہ نے قرآن مجید میں مال ذکواۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان آٹھ مصارف میں غریب طلبہ داخل ہیں۔ اور مدرسہ کی تنخواہ اور سامان مدرسہ ان آٹھ مصارف سے خارج ہیں اور جس ملک میں بوجہ عدم تعلیم وتلقین کے احکام وارکان اسلام کے جاری نہ ہوں۔ وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ علاوہ مال ذکواۃ کے تھوڑی تھوڑی اعانت کر کے حسب حیثیت ایک مدرسہ قائم کریں۔ بڑا نہیں تو چھوٹا ہی سہی۔ اور یہ عذر کے وہاں ک مسلمان صرف زکواۃ سے مدرسہ کی مدد کر سکتے ہیں۔ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں کے مسلمان جیسے اپنی دنیاوی ضرورتوں میں خوامخواہ علاوہ زکواۃ کے اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کو کچھ معذوری نہیں ہے۔ اسی طرح وہاں ایک مدرسہ اسلامیہ قائم ہونا ایک دینی ضرورت ہے۔ اور شدید ضرورت ہے۔ تو اس میں بھی علاوہ ذکواۃ کے تھوڑا تھوڑا بقدر حیثیت ان کو خرچ کرنا چاہیے۔ اور اس میں بھی ان کو معذور نہیں بننا چاہیے۔ واللہ اعلم (کتبہ محمد عبد الرحمن المبارک فوری ۔ ((مہر) سید نزیر حسین) فتاویٰ نزیریہ جلد اول ص 497)

از علامہ شکیب ارسلانؒ

اس میں شک نہیں کہ مال زکواۃ کا تبلیغ اسلام کے سلسلے میں خرچ کرنا اہل کفر پر یا ایسے مسلمانوں پر جو دین السلام سے بجز اس کے نام کے کسی قسم کی واقفیت نہ رکھتے ہو خرچ کرنا نہایت عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ اور شرعا یہ اس قدر واضح ہے۔ کہ زبان وقلم کو اس کے اظہار وبیان میں کسی قسم کا تامل اور تردد نہیں ہوسکتا۔ الی آخرہ۔ (بحولہ اخبار توحید امرتسر (2

رمضان 1347ہجری)

کیا مساجد دینی مدارس تبلیغ اسلام پر زکواۃ صرف کی جاسکتی ہے؟

__ازقلم مولانا فضل اللہ صاحب مدراسی ناظم جامعہ دارالسلام عمر آباد__

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ دینی ضروریات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ اوران میں سے اکثر کےلئے آمدنیوں کی قلت ہوتی ہے۔ اور شرعاءآجکل زکواۃ کے سوا کوئی ایسی مد نظر نہیں آتی جس کے۔ ۔ ۔ ترک پر وعید شدید شرعی سنائی جاسنائی جائے۔ اوراس زکواۃ میں حضرات فقہاء کرام نے تملیک کی شرط لگائی ہے۔ جس کی وجہ سے مساجد۔ مدارس۔ دینی تبلیغ واشاعت اسلام اور تصنیف وتالیف کتب دینیہ کے بہت سے کام رک جاتے ہیں۔ یا جیسے چلنے کی ضرورت ہے۔ ویسے چلنے نہیں پاتے۔ کیونکہ ان پر مال ذکواۃ فطرہ اورچرم قربانی نہیں کئے جاسکتے۔ اس لئے کہ امورمذکورہ میں تملیک نہیں ہوسکتی۔ اوران امورمذکورہ میں تملیک جاری کرنا ہو تو حیلہ کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ جس کا ثبوت آیات واحادیث اوراقوال سلف سے نہیں ملتا ہے۔ پس امورمذکورہ کا اجراء یا صدقات غیر واجب سے کیا جائے۔ جن کے نہ دینے سے مسلمان وعیدک مستحق نہیں ہوسکتے۔ یا آیات واحادیث کے عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ ان مذکورہ کو مصارف۔ ۔ ۔ زکواۃ میں داخل کیا جائے۔ مسئلہ بالا کے متعلق ایک عرصہ درازسے بلکہ زمانہ طالب علمی سے خلجان رہا اور حضرات شیوخ کرام کے افادات سے کچھ کچھ منزل مقصود کا نشان نظر آرہا تھا۔ بالاخر دو چار سال کے عرصہ میں بعض معزز محترم خیر خواہ حضرات اس مسئلے کو چھیڑتے رہے جس پر فاضل محقق عالی جناب مولانا محمد عبدالوہاب صدر مدرس جامع دارالسلام عمر آباد نے آیت فی سبیل اللہ کی تعمیم اورچند احادیث سے استدلال فرما کر امور مزکورہ کو مصارف زکواۃ میں شامل فرمایا۔ مولانا نے مدوح کی تحریر سے خاکسار کے خیالات میں اسید وجرات پیدا ہوئی۔ جس کے بعدک خاکسار بغرض استفادہ اپنے ناچیز یشتر خیالات کو حضرات رہنمایان دین کی خدمات میں پیش کرتا ہے۔ جن کے متعلق امید کہ آں حضرات اپنے اپنے تنقیدانہ وتحقیقانہ افادات سے ممنون فرمایئں گے۔ انما شفاء العی السوال

جمیع حضرات علماء کرام پر یہ بخوبی روشن ہے کہ امت محمدیہ کے پاس مصارف زکواۃ کی دلیل آیت عظیمہ زیل ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٦٠ سورة التوبة

''صدقے صرف فقیروں کےلئے ہیں۔ اور محتاجوں کےلئے اوران لوگوں کےلئے جو صدقات پر کام کرتے ہیں۔ اوران لوگوں کےلئے جن کی تالیف قلوب کی جائے۔ اور غلاموں کے آذاد کرنے اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کی مدد میں خرچ کیے جایئں۔ خداوند پاک کی جانب سے یہ حکم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ کا معنے

1۔ للفقراء کا لام جمیع سلف صالحین کے نزدیک تملیک کےلئے ہے یا نہ؟ تفاسیر شروح حدیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف بھی آئمہ کرام کی ایک جماعت گئی ہے۔ کہ لام اس آیت میں تملیک کےلئے نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں یہ رقم فرمایا ۔ ''ان اللام فی قولہ للفقراء لبیان امصرف لا للتملیک'' لام ''فقراء کے شروع میں مصرف بیان کےلئے ہے۔ تملیک کےلئے نہیں اور علامہ سیوطی نے ''اتقان'' کی کتاب الادویات میں لام کے متعدد معنی جو پندرہ سے زیادہ ہوں گے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے صرف ''لام'' تعلیل کے متعلق حقیقی یا مجازی ہونے کا اختلاف اہل لسان سے ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ باقی معنی حقیقی ہیں۔ اصول فقہ کی کتاب حصول المامول من علم الاصول مطبوعہ مصر میں ''لام'' کے بائس معنی زکر کیے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی مثال قرآن پاک سے دی گئی ہے۔ اور کتب نحو میں عموماً اور شرح جامی میں خصوصاً یوں مرقوم ہے۔ اللام للاختصاص بملکیۃ او بغیر ملکیۃ ''لام'' کے آنے اور بعد کے چار مصرفوں میں ''فی'' کے آنے کا فرق یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ پہلے چار مصرف والوں کو اپنے حاصل کردہ مال ذکواۃ میں مالکانہ تصرف کا اختیار ہے۔ اور پچھلے چار مصرف والوں کے اپنے حسب منشاء تصرف کا اختیار نہیں۔ پس ''لام'' سے تملیک کی شرط اجتہادی محتمل چیز ہوئی نہ کہ قطعی اور منصوص۔

2۔ وفی سبیل اللہ معنی۔ فی سبیل اللہ کے معنی میں تعین اور اس تعین پر اجماع ہوا ہے۔ یا نہیں؟ اگر تعین اور اس پر اجماع ہوچکا ہے۔ تو کتب فقہ سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ شافعیہ کے نزدیک اغنیاء مجاہدین کو مال ذکواۃ سے دے سکتے ہیں۔ اور یہ امر حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ ااور امام ابو یوسف نادار مجاہدین کو ہی مال ذکواۃ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام محمد نادار حاجیوں کو بھی مال ذکواۃ سے دے کر حج کرانے کی جازت اس لفظ ''فی سبیل اللہ'' سے نکالتے ہیں۔اتنے مختلف اقوال کے بعد اگر وئی یہ کہے کہ ان اقوال و مذاہب کے سوا نیا قول گویا اجماع مرکب کے خلاف ہے اس لئے وہ نیا قول ناجائز قرار دیا جائے۔ تو عرض یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس مقام میں اجماع کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ اصولی اصطلاح اجماع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اجماع امت کا لفظ اس مقام میں سے کسی نے زکر کیا ہو یکھنے میں نہیں آیا بلکہ اجماع الجمہور لکھا ہے۔ اجماع اور جمہور کی اضافت خود اصولی اصطلاحی اجماع ہونے سے انکار کرتی ہے۔ علاوہ بریں اماقفال نے بعض آئمہ سے عام مصارف خیر جیسے کہ امور مذکورہ اوقاف وغیرہ کو فی سبیل اللہ کے معنی میں نقل فرمایا ہے جس کو اامام رازی۔ علامہ۔ بیضاوی اور صاحب خاذن نے اپنی اپنی تفسیروں میں بیان فرمایا ہے۔ اور سب کے الفاظ قریب قریب حسب زیل ہیں۔

"وقال بعضھم ان اللفظ فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ولھذا اجازہ بعض الفقاء صرف سھم فی سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک وقال لان قولہ تعالی وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا یختص بصنف دون غیرہ"

اور کیا بعض علماء نے کہ لفظ عام ہے۔۔۔ اس کو صرف مخصوص کرنا جائز نہیں۔ اس لئے بعض فقہاء کرام نے فی سبیل للہ کا حصہ سب نیک کام مثلا تکفین۔ موتی۔ پلوں اور قلعوں اور مساجد وغیرہ کے بنانے میں خرچ کرنے کو جائز رکھا۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فی سبیل اللہ سب نیک کاموں کو شامل ہے۔ صرف ایک جماعت کے ساتھ خاص کرنا نہیں چاہیے۔ اور شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں مولانا عبد الئی لکھنوی نے مصارف ذکواۃ کے مقام میں فقہ کی کتاب 'بدائع سے نقل فرمایا ہے۔ وذکر فی البدائع انہ یشمل جمیع القرب ''فی سبیل اللہ کا لفظ تمام نیک مصرفوں میں شامل ہے۔ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح بخاری کے باب العرض فی الذکواۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن جمیل خلد بن ولید اور حضرت عباسر ضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منع ذکواۃ کی ترجیہ والی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ ار سی روایت کو باب ولغارمین فی سبیل اللہ'' میں مکرر لائے ہیں۔ امام بخاری کا مدعا امام ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاریؒ کا ستدلال

"واستدل البخاري بقصۃ خالد علی مشروعیۃ تحبس الحیوان والسلاح وان الوقف بقاء تحت ید محتبسہ وعلی جواز اخراج العروض فی الزکاۃ"

امام بخاری نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ سے جانوروں اور ہتھیاروں کے وقف کرنے اور وقف کی ہوئی چیزوں کا واقف کی نگرانی میں رہنے اور زکواۃ میں نقد کے عوض متاع سے دینے پر استدلال کیا ہے۔ (بہر طور مال ذکواۃ وقف میں دیا گیا)

پس شرح بخاری سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ وقف کو زکواۃ میں شمار فرمایا۔ اور آیت فی سبیل اللہ میں تملیک کو غیر ضروری سمجھا۔ جو حضرات کرام کے خلاف ہے۔ اور وقف منقول کو بھی سمجھا اور یہ امر فقہائے کوفہ کے مخالف ہے اور زکواۃ میں نقد کے عوض متاع دینا ثابت کیا جو فقہائے حنفیہ کے موافق ہے۔

الحاصل امام بخاری کے استدلال کے جواب میں کونسی آیت یا حدیث صریح حضرات مانعین پش فرما سکتے ہیں۔؟ رہے مانعین کے احتمالات کی بہ نسبت واضح ترین اور اقرب الی الدلیل ہو تو امام بخاری کے استدلالات کا قطعی اور تسلی بخش جواب کیا ہوگا۔؟

مذکورہ بالا معروضہ پش کرنے کے بعد مجوزین کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ آیت مصارف میں سے سات حصے خاص خاص افراد یا جماعتوں پر خرچ کئے جایئں۔ اور ایک حصہ عام مصارف کے خیر کے لئے رکھ دیا جائے۔ تاکہ آٹھویں مصرف میں سہولت کے ساتھ امور مذکورہ ادا کیے جایئں۔ ورنہ تبرعات تطوعات اختیاری امور ہیں۔ جن پ جبر و اکراہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ کرنے والوں پر وعید بھی نہیں ہوتی۔ اور بنا مساجد و مدارس دینی اور مصارف تبلیغ وغیرہ خدا نخواستہ بالکل متروک کئے جایئں گے۔ چونکہ زمانہ موجودہ میں یہ مسئلہ مہمات مسائل میں سے ہے۔ لہذا بفرض استفادہ یہ امر بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بوقت شدت حاجت فقہائے کرام نے بھی اپنے امام کے خلاف دوسرے امام کے فتوے پر عمل کرنے کی

اجازت دی ہے۔چنانچہ اجرت تعلیم قرآن کی نسبت صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے۔کہ اجرت علی تعلیم القرآن جائز نہیں۔مگر متاخرین بوجہ ضرورت اجازت دی ہے۔تاکہ تعلیم قرآن معدوم نہ ہواوراس طرح مفقودالزوج کے نکاح کا مسئلہ معروف بین لعلماء ہے۔

شاہ ولی اللہؒ صاحب کی رائے۔

انہیں امور کومد نظر رکھ رک حضرت شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحبدہولوی نے حجۃ اللہ بالغہ میں گویا امام بخاری کا مسلک ااختیار فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

"وعن ابی الاس حملنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ الحج وفی انضیح واما خالد تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ"

"وفیہ شیا جوازان بعطی مکان یئی شیا اذا کان انفع للفقراء وان الجس تجزي عن الصدقۃ وعلی ہذا فالحصر فی قولہ تعالی انما الصدقات اضافی بالنسبۃ الی ما طلبہ المنافقون فی صرفہا فیما یشتھون علی ما یقضیۃ سیاق الایۃ والسرفی ذلک ان الحاجات غیر محصورۃ وولیس فی بیت المال فی بلادا الخالصۃ للمسلمین غیر الزکوۃ کثیر مال فی فلا بد من توسعۃ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم "

''ابو آلاس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو صدقہ (ذکواۃ) اونٹوں پر حج کے لئے سوار کرایا۔اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم خالد پر ظلم کرتے ہو جو اس سے زکوۃ طلب کرتے ہو۔حالانکہ اس نے بکتر اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کئے ہیں۔''

''اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ایک تو ایک چیز کے عوض دوسری چیز زکوۃ میں دے سکتے ہیں۔جب کہ دوسری چیز فقراء کےلئے زیادہ نافع ہو اور یہ کہ وقف صدقہ ذکواۃ کے بدلے کافی ہے۔میں یہ کہتا ہوں (یعنی شاہ صاحب فرماتے ہیں) کہ اس صورت میں حصر فرمان خداوندی انما الصدقات کے جملہ میں اضافی ہے۔منافقوں کے مطلب کے مقابلہ میں کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کی خواہشوں کے مطابق ذکواہ کی رقم بے جا صرف کی جائے۔جیسا کہ آیت روانی کا مقتضاء ہے اور ذکواۃ کے مصرف میں واقف کو داخل کرنے میں رازیہ ہے کہ ضروریات بے شمار ہیں۔اور مسلمانوں کے خالص شہروں میں زکواۃ کے سوا کوئی معتدبہ نہیں ہوتی۔لہذا ضرور ہوا کہ کسی مصرف ذکواۃ میں وسعت ہو جو کافی حاجات ہو جیسا کہ آیت کے نزول کے موقعہ پر مدینہ مسلمانوں کا خالص شہر تھا۔''

نوٹ

مضمون ہذا کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل مدراسی نے ایک طویل مدلل مضمون لکھا۔جو اخبار توحید کی کئی اشاعتوں میں شائع ہوا۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت شریف للفقراء میں لام محض تملیک کےلئے ہے۔ااور مساجد اور دینی مدارس پر ذکواۃ صرف کرنا جائز نہیں۔افسوس کے مضمون معلومات کے لحاظ سے قیمتی ہے۔مگر عدم گنجائش کیوجہ سے رہ گیا اس بحث پر بطور محاکمہ حضرت مقبول رب العالمین مصنف رحمۃ اللعالمین قاضی سلیمان صاحب جج پٹیالہ کا قیمتی مضمون درج زیل ہے۔

مذید تشریح (از قلم جناب حضرت مولانا قاضی سلمان صاحب سلمان منصور پوری (پٹیالہ)

لام کے فوائد اور تملیک کی عدم ضرورت

1۔آیت للفقراء الایۃ کا لام تخصیص کےلئے ہے۔صاحب کشاف کے الفاظ اس پر دال ہیں۔"وانما مختصۃ بہا لا تتجاوزہا الی غیرہا۔" احمد آفندی نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالب وغنیۃ الراغب مین لام تخصیص کا زکر کیا ہے۔اور مثال میں "الجنۃ للمومنین وھذا الحصیر للمسجد والمنبر للخطیب" کا زکر کیا ہے۔وہ لام استحقاق کا بھی ذکر کرتے ہیں۔مثال میں الحمد للہ اور العزۃ للہ پیش کرتے ہیں۔لام تملیک کا بھی انہوں نے زکر کیا ہے۔اور لہ ما فی السموات والارض کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔بعد ازاں فاضل مذکور یہ بھی لکھتا ہے کہ "بعضھم یستغنی بذکر الاختصاص عن ذکر المعنیین الاخرین ویمثل لہ بالامثلۃ الذکرۃ" لہذا جن علماء نے لام کو تملیک کےلئے متعین نہیں کیا ان کا مسلک صحیح ہے۔حصول المامول نے بھی غالبا اسی

لئے تخصیص کو ملک وعدم ملک ہر دور پر حاوی کیا۔ اور حافظ ابن حجر کو بھی لام کو بیان مصرف قرار دینے میں پورے تفقہ سے کام لیا ہے۔ یہ کہنا کہ جمیع سلف نے لام کو اس تملیک کے لئے ہی قرار دیا ہے داخل غلو ہے۔ ہاں صاحب کشاف ن آیت صدقہ کے لام اور فی کا فرق جتلائے ہوئے لکھا ہے۔

"فان قلت لم علل عن الام الی فی فی الاربعة الاخیرة قلنا لایذان بانهم ارسخ فی استحقاق التصدیق علیهم لمن مبق ذکره لان فی للوعاء فنبه علی انهم احقاء بان توضع فیهم الصدقات الخ"

فی سبیل اللہ کے متعلق اجماع کی حقیقت

2۔ فی سبیل اللہ کے بارے میں تعین کی گزارش ہے کہ 1۔ الف۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔

ویعطی من سهم سبیل الله جل وعز من غرامن جیران الصدقة فقیرا کان او غنیا ولایعطی منه غیرهم الا ان یحتاج الی الدفع عنهم فجطاه من رفع عنهم المشرکین (کتاب الام الجز الثانی ص 62)

امام شافعی کی تفسیر کے مطابق غازی غنی وفقیر کو فی سبیل اللہ میں سے دیا جاسکتا ہے۔ نیز حملہ اور مدافعت ہر دو صورتوں میں دیا جاسکتا ہے۔

(ب)۔ رسائل الرکان میں بحر العلوم لکھنوی (ابو العیاش عبد العلی محمد) نے لفظ فی سبیل اللہ جملہ امور خیر کے لئے عام مان کر پھر اس سے مرادی معنی میں خاص ٹھرایا ہے۔ اور وجہ تخصیص اجمالا بتلائی ہے۔ اور اجماع ادعائی کی صورت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صرف غزاۃ کے لئے اور امام محمد نے صرف حجاج کے لئے بتایا ہے (اجماع کہاں رہا) پھر فقراء کو شرط بتلایا۔ پھر بعض کے نزدیک اس شرط کا نہ ہونا ظاہر کیا جب ہم یہ خیال کریں کہ عند لابعض کا عطف شرط عندنا ہی ہے تو واضح ہوجاتا ہے کہ یہ عدم شرط کا مذہب بھی خود علماء حنفیہ کے اندر ہے۔ شافعی کا ارشاد وہ اجتہاد مذید براں ہے۔ امام مالک اس بارے میں بجانب شافعی ہیں۔ اب یہ بھی غور طلب ہے کہ بحر العلوم نے صرف اجماع کو تحریر کیا ہے۔ مگر خازن نے اجماع الجمہور لکھا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اجماع جمہور بمعنی اجماع امت نہیں۔

زکواۃ کار خیر میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

صاحب خان نے بالاتفاق بیضاوی لکھا ہے۔

"اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل اله الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغیر ذلک"

اور "کنز الرقائق" میں ہے۔

"لاالی ذمی وبناء مسجد وتکفین مت وقضاء دین وشراء عتق یعتق الخ"

ہر دو میں تضاد ہے۔ اور نتیجہ صاف ہے کہ اجماع موجود نہیں۔

لفظ سبیل اللہ کی خصوصیت اور وسعت

میرا خیال ہے کہ لفظ سبیل اللہ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے موارد قرآنیہ پر بھی تدبر کیا جائے وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ١٥٤ (بقرہ)

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٢٤٤ (بقره)

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٢٧٣ (بقره)

وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٧٤ (نساء)

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٢٠ (مذمل)

ودیگر آیات ہم معنی میں سبیل للہ سے مراد غزا لینا بالکل صحیح ہے۔ قتل وقتال۔ وہن۔ وحصور۔ وجہاد کے الفاظ بطور قرینہ صحہ ان میں موجود ہیں۔ اب آیات زیل پر بھی تدبر ضروی ہے۔

وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ٣ (انفال۔ توبہ۔ ابراہیم۔)

لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ٦ (لقمان)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ١٦٧ (نساء)

حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٨٩ (نساء) وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٢٢ (نور)

ہرسہ آیات میں سبیل اللہ سے مراد دین حقہ اوراسلام اورسہ آیات مابعد میں سبیل اللہ سے مراد ہجرت لینا اور غزا مراد لینا زیادہ انسب ہوگا۔ (ھ) اگر سبیل اللہ اور سبیل لرب ہم معنی ہیں۔ توآیہ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ١٩ (مزمل وانسان) کو بھی زیر نظر رکھنا چاہیے۔ لفظ سبیل ضمائر کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے۔ اور جہاں جہاں ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ ان سب کو بھی شامل تدبیر کرلینا چاہیے۔ لفظ سبیل کی وسعت معنی کا خیال آیات زیل کے شمول سے بھی ہوجاتا ہے۔

إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ٣٢ (اسرائیل)

فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ ٩٠ (نساء)

إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ٤٢ (اسرائیل)

اس طرق سے صرف یہ اطمینان مقصود ہے کہ آیت مصرف صدقہ میں بھی لفظ سبیل اللہ کو سیع معنی میں لیا گیا جب کہ مفسرین نے تحریر فرمایا ہے۔ اور جب کہ فقہاء نے بھی لفظ کا معنی عموم میں ہونا تسلیم فرمایا۔

حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

(و) سنن ابی دائود کی حدیث عن معقل میں نبی کریم ﷺ کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔ فان الحج من سبیل اللہ یہاں تخصیص غزا (بقول ابو حنیفہ وشافعی) تخصیص حج بقول محمد اٹھا جاتی ہے۔ اور حرم من اس لفظ کے وسیع المعنی ہونے پر دال ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال

حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"فالحصر فی قولہ انما الصدقات اضافی بالسبیۃ ماطلباء المنافقون فی صرفہا فی مایشتہون علی مایقضیہ سیاق الایۃ والسر فی ذلکان الحاجات غیر محصورۃ ولیس فی بیت المام فی البلاد الخالصۃ للمسلمین غیر الزکواۃ کثیر مال فلابد تمن توسعۃ لتخفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم "(ص239 حجۃ اللہ البالغۃ)

امر مطلوب نوائب (ضروریات) تمدن کی کفایت ہی) اور وہ غیر محصور ہیں۔ اور یہی امر وسعت معنی کا منتقضی ہے۔ یعنی نوائب المدینہ کا ترجمہ حاجات تمدن سمجھا ہے۔ باہیں اعتبار کے تقیم حصص وغیرہ کی ضمن میں بھی متعدد روایات میں نوائب الناس یا نوائحب المسلین کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

امام ابن القیم اور مصالح اسلام

امام ابن قیم فرماتے ہیں۔

"وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصرف سہم اللہ وسہمہ فی مصالح الاسلام (زادالمیعاد جلد164)

ظاہر ہے کہ عبارت بالا میں سہم اللہ سے مراد وہ سہام ہیں۔ جن کا ذکر آیت غنیمت (سورۃ توبہ) وایت (سورۃ حشر) میں ہوا ہے۔ لہذا آیت صدقہ کا لفظ فی سبیل اللہ کو بھی اگر تحت مراد سہم اللہ قرار دیا جائے تو اس کا تعلق بھی مصالح السلام سے واضح ہوجاتا ہے۔

امام ابن قیم کے دو اصول

(ی) امام ابن القیم نے زادالمعیاد میں اگرچہ فی سبیل اللہ کے معنی الغزوہ فی سبیل اللہ لکھے ہیں۔ مگر انھوں نے اصناف ثمانیہ کو دو اصول پر منقسم کیا ہے۔ 1۔ شدت احتیاط فقراء مساکین ورقاب والبن السبیل اس میں داخل ہیں۔

2۔ منفعت عامل معولفۃ القلوب غارمون غزاہ اس میں داخل ہیں۔ اسن کا آخری فقرہ قابل توجہ ہے۔

"فان لم یکن للاخذ محتاجا ولا فلیہ منفلعۃ للمسلمین فلاسہم لہ فی الزکواۃ"

امام بخاری کی حدیث باب عرض ذکواۃ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہوا۔

"وماخالد فقد احتبس ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ"

ان کے معنی پر ضرور مستعمل ہے۔ جو علامہ ابن حجر عینی ابن رشید نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ میرے نزدیک الفاظ مبارک وسعت معنی فی سبیل للہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اور نفی تملیک بھی اگرچہ فی سبیل اللہ کے الفاظ فی کے تحت میں ہیں۔ اور لام ک تحت ہیں۔

استدلال بخاری کے خلاف کا پتہ نہیں

(ل) آج تک کوئی روایت ایسی نہیں گزری جو استدلال بخاری کی ناقص ہو جناب کا تحریر فرمانا کہ بوقت شدت حاجت حضرات فقہاء کرام نے بھی اپنے مذہب کے خلاف دوسرے امام ک فتوے پر عمل کی اجازت دی ہے۔ بالکل درست ہے۔ اور اجرت علی تعلیم القرآن ونکاح مفقودہ الزوج کی نظائر بحوالہ ہدایہ بھی درت ہیں۔ مزید برآں میں جناب کی توجہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر مظہری پر دلانا چاہتا ہوں تفسیر سورہ انفال ص35 پر قاض صاضن نے جن کو بیقی وقت کہا گیا ہے تحریر کیا ہے۔

"فقال ابو حنیفۃ سہم ذوي القربی ایضا سقط بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "

چند سطور کے بعد لکھا ہے

"وہو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد"

بعد ازاں ان وجوہات کا اندراج کیا ہے۔ جو صاحب ہدایہ اور طحاوی نے مذہب بالا کی تایئد میں لکھے ہیں۔ بایں ہمہ اپنی تحقیقات اور دلائل کو لکھ کر تحریر فرمایا ہے۔

"وبہذا ثبت ان سہم ذوي القربى لم یسقط"

غور کیجئے کہ اسف علامہ نے قوت دلائل کی وجہ سے امام صاحبین کے مذہب پر جمود نہیں کیا۔ اور صاحب ہدایہ اور طحاوی کے دلائل کی تصنیف میں بھی تامل نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی تمام ت تفسیر فقہ حنفیہ کی تایئد پر مشتمل ہے۔

(ن) لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جب امام القاضی ابو یوسف نے فی سبیل کے معنی فی اصلاح طرق المسلمین تحریر فرمادیے تو اندریں صورت خود مذہب حنفیہ کے اندر سند اور دلیل ملک گئی ہے۔ اور اس تفسیری عبارت (اصلاح طرق المسلمین) نے زمانہ حال کے ضروریات کے اہتمام اور انصرام کےلئے سبیل الرشاد کو کھول دیا ہے۔

(س) علمائے ہند کےلئے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب اس ملک میں بزمانہ حالِ غزاۃ فی سبیل اللہ کی جماعت موجود ہی نہیں تو کیا ان کا سہم ساقط نہ ہوجائے گا۔ اور کیا اس سہم کا دیگر امور مرضیات الٰہی میں صرف کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جب کہ امام ہمام اور صاحبین نے آیات غنیمت میں وفی میں سقوط سہام رسول وزوی القربیٰ کے بعد ان کا مصرف دیگر اہل سہام کو قرار دیا ہے۔ اور آیات صدقات میں بھی مولفۃ القلوب کے متعلق بھی مسلک اختیار کیا ہے۔

(ع) میں اس طول کلامی کی معافی کا طالب ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں آنجناب سے ہی متفق ہوں۔ واسلام (توحید امرتسر 20 رجب 1347 ہجری)

نوٹ

یہ مضمون حضرت قاضی صاحب مرحوم نے مولانا فضل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اسی لئے طرز تحریر مخاطبانہ ہے۔ (اخبار مذکور)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]

جلد 01 ص 702-720

محدث فتویٰ